

غامدی صاحب کے ارشادات پر ایک نظر

جاوید احمد غامدی صاحب ہمارے محترم اور بزرگ دوست ہیں، صاحب علم ہیں، عربی ادب پر گہری نظر رکھتے ہیں، وسیع المطالعہ دانش ور ہیں اور قرآن فہمی میں حضرت مولانا حمید الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے کتب کی زبانہ گی کرتے ہیں۔ ان دنوں قومی اخبارات میں غامدی صاحب اور ان کے شاگرد رشید جناب خورشید احمد زلم کے بعض مضامین اور بیانات کے حوالے سے ان کے کچھ ”تفردات“ سامنے آ رہے ہیں جن سے مختلف سطحوں میں الجھن پیدا ہو رہی ہے اور بعض دوستوں نے اس سلسلے میں ہم سے اظہار رائے کے لیے رابطہ بھی کیا ہے۔ آج بھی ایک قومی اخبار کے لاہور ایڈیشن میں ”پشاور پریس کلب“ میں غامدی صاحب کے ایک مطلب کے حوالے سے ان کے بعض ارشادات سامنے آئے ہیں اور انہی کے بارے میں ہم کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں مگر پہلے ان کے علمی و فکری پس منظر کو سامنے رکھنا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر نہ ان کی بات صحیح طور پر سمجھی جاسکتی ہے اور نہ ہی ہم اپنی بات وضاحت کے ساتھ کہہ پائیں گے۔ حضرت مولانا حمید الدین فراہی بھٹنپاک و ہند کے سرکردہ علمائے کرام میں سے تھے۔ مولانا شبلی نعمانی کے ماموں زاد تھے۔ ان کے اساتذہ میں مولانا شبلی کے علاوہ مولانا عبدالحی فرنگی بھٹی، مولانا فیض الحسن سہارن پوری اور پروفیسر آرنلڈ شامل ہیں۔ ان کی درسیات کی تکمیل کے بعد انھوں نے جدید تعلیم بھی حاصل کی اور بیک وقت عربی، اردو، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ حیدرآباد دکن کے دارالعلوم کے پرنسپل رہے جسے بعد میں ”جامعہ عثمانیہ“ کے نام سے یونیورسٹی کی شکل دے دی گئی اور کہا جاتا ہے کہ دارالعلوم کو ”جامعہ“ کی شکل دینے میں مولانا فراہی کی سبقت اور تحریک بھی کارفرما تھی۔

بعد میں حیدرآباد کو چھوڑ کر انھوں نے لکھنؤ کے قریب سرایے میر میں ”مدرستہ الاصلاح“ کے نام سے ایک گاہ کی بنیاد رکھی اور قرآن فہمی کا ایک نیا حلقہ قائم کیا جو اپنے مخصوص ذوق اور اسلوب کے حوالے سے انہی کے نام سے منسوب ہو گیا۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ان کے نزدیک قرآن فہمی میں عربی ادب، نزول قرآن

کے دور کے عربی لٹریچر اور روایات اور اس کے ساتھ عرف و تعامل کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ وہ حدیث سنت کی اہمیت تسلیم کرتے ہیں مگر ”نصیر واحد“ کو ان کے ہاں وہ مقام حاصل نہیں ہے جو ”محمد شین“ کے تسلیم شدہ ہے اور وہ احکام میں ”نصیر واحد“ کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے بعض علمی معاملات میں ان اور ان کے تلامذہ کی رائے جمہور علما سے مختلف ہو جاتی ہے، میرا نا فرامی کے بعد ان کے فکر اور فلسفہ کے سب سے بڑے وارث اور نمائندہ حضرت مولانا امین احسن اصلاحی تھے جنہوں نے کچھ عرصہ قبل وفا کی عدالت سے شادی شدہ مرد و عورت کے لیے زنا کی سزا کے طور پر ”رجم“ کے شرعی حد نہ ہونے پر دلائل فراہم کئے تھے اور موقف اختیار کیا تھا کہ رجم اور سنگ سار کرنا شرعی حد نہیں ہے اس کے پیچھے بھی ”نصیر واحد“ کے احکام میں نہ ہونے کا تصور کارفرما تھا۔ یہ ایک مستقل علمی بحث ہے کہ احکام و قوانین کی بنیاد شہادت پر ہے یا خبر پر اور شہادت کے نصاب و معیار میں کیا فرق ہے؟ اس میں فقہاء کے اصولی گروہ میں سے بعض ذمہ دار بزرگ ایک مستقل موقف رکھتے ہیں جبکہ جمہور محدثین اور علمی فقہاء کا موقف ان سے مختلف ہے اور ہمارے خیال میں مولانا حمید الدین فراہی کا موقف جمہور فقہاء اور محدثین کے بجائے ”بعض اصولی فقہاء“ سے زیادہ قریب ہے۔ اسی وجہ سے ہم اسے ان کے ”تفردات“ میں شمار کرتے ہیں اور ”تفردات“ کے بارے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ ہر صاحب علم کا حق ہے جس کا احترام کیا جانا چاہیے بشرطیکہ وہ ان کی ذات یا حلقے تک محدود رہے البتہ کسی ”تفرد“ کو جمہور اہل علم کی رائے کے علی الرغم سوسائٹی پر مسلط کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ فکری امتیاز ایک نئے ملک فکر کے قیام کا سبب بنتا ہے اور یہی وہ نکتہ اور مقام ہے جہاں ہمارے بہت سے قابل قدر لائق احترام مفکرین نے ٹھوک کھائی ہے اور امت کے ”اجتماعی علمی دھارے“ سے کٹ کر جداگانہ فکری حلقے کے قیام کا باعث بنے ہیں۔ بہر حال محترم جاوید احمد صاحب اور ان کے شاگرد رشید خورشید احمد ندیم صاحب تعلق اسی علمی حلقے سے ہے اور مولانا امین احسن اصلاحی کے بعد اس حلقہ علم و فکر کی قیادت غامدی صاحب رہے ہیں۔ پس منظر کی وضاحت کے طور پر ان تمہیدی گزارشات کے بعد ہم غامدی صاحب محترم کے ارشادات کی طرف آ رہے ہیں جو انھوں نے گزشتہ روز ”پشاور پریس کلب“ میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

ہیں اور جنہیں مذکورہ اخبار نے اس طرح رپورٹ کیا ہے کہ:

۱۔ علمائے کرام خود سیاسی فریق بننے کے بجائے حکمرانوں اور سیاست دانوں کی اصلاح کریں تو بہتر مولوی کو سیاست دان بنانے کے بجائے سیاست دان کو مولوی بنانے کی کوشش کی جائے۔